عید کے دن بھی نہ دیکھا اس ہلال ابرو کو آہ
چاند دیکھا ہم نے لیکن منہ نہ دیکھا چاند سا

شیفتہ

شیفتہ تخلص اور نام حافظ عبدالصمد خاں ہے۔ علم دوست خاندان کا فرد ہے مگر وہ خود سپاہی وضع شخص تھا۔ بھورے خاں آشفتہ سے شاعری کے قواعد سیکھے۔ یہ شعر اس کا ہے :۔

بے سبب کاکل مشکیں کو پریشاں کیا تھا — منہ چھپانا تھا اگر تو یہ بہانہ کیا تھا

شیفتہ

شیفتہ تخلص یہ ہی گنہ گار ان سطور کا لکھنے والا ہے۔ کم وزن ہونے کے باعث بندہ نہیں چاہتا تھا کہ شعرا کے زمرے میں اپنا شمار کرے لیکن کرمفرما مہربانی کی آنکھ سے عیب کا ہنر دیکھ لیتے ہیں اور غلطی کو صحت پر محمول کر لیتے ہیں۔ اپنی شاعری کے چند نمونے کہ جو اچھے تو نہیں ہیں پھر بھی پیش کر رہا ہوں اور سمع خراشی کر رہا ہوں :

شنیدم کہ در روز امید و بیم ؂ — بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم ؂
تو ہم از بدی بینی اندر سخن ؂ — بخلق جہاں آفرین کار کن

یہاں جو اشعار پیش کیے جا رہے ہیں وہ اپنی حقیقت کم و بیش خود ہی ظاہر کریں گے۔ اصل یہ ہے کہ فقیر لڑکپن سے ہی اس شغل (یعنی شاعری) کے ساتھ وابستہ ہے۔ بعض اوقات اچھی خاصی عمر بیکار چلی جاتی ہے کیونکہ فن شاعری کے ساتھ تعلق پیدا ہو جانے پر دیگر بڑے کاموں اور قابل قدر فنون کے حاصل کرنے میں روک پڑ جاتی ہے۔ اب کافی مدت سے میں شاعری سے زیادہ سروکار نہیں رکھتا ہوں مگر دوستوں کی تحریک سے کبھی کبھی دل کی واردات شعر کے سانچے

میں ڈھل جاتی ہے اور یہ معاملہ مہینوں میں نہیں بلکہ برسوں کے بعد ہوتا ہے چنانچہ کبھی لوگوں کے اصرار پر کبھی اردو شاعری سے محبت رکھنے والوں کے پاسِ خاطر سے اور کسی وقت از خود ہی غور و فکر ریختہ گوئی پر آمادہ کرتا ہے اسی طرح فارسی کا شوق رکھنے والے احباب کے جوش و خروش سے متاثر ہو کر اور کبھی دل از خود فارسی کی جانب کھینچتا ہے۔ اس کے باعث اور شاعری کے ضمن میں اگرچہ میرا ایک خاص اسلوب ہے لیکن میرا مزاج فارسی کے ہر اسلوب سے مطابقت رکھتا ہے کیونکہ جی ہر انداز کا شعر کہتا ہوں اور اس تمام میں میرا ایک خاص اسلوب بھی ہے۔ اور اگر تم میرے تمام نظم و نثر کے مجموعے کو دیکھو گے تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچے گی کہ جو کچھ اس خم خانہ میں میرے حصے میں آیا ہے وہ سب اس مے خانہ شعر و سخن کے ساقی مومن خاں کا ہی فیض ہے کہ جو میرے کاسہ میں بہ عنایت ڈالتا رہا ہے اور یہ چند اشعار میرے خیالات پریشان سے پیش ہیں کہ جو میں نے اپنے دیوان سے لے کر پیش کر دیئے ہیں :۔

کوئی بے جان جہاں میں نہیں جیتا لیکن
تیرے مہجور کو جیتے ہوئے بے جاں دیکھا
میں نے کیا جانیے کس وقت سے دی جاں دم قتل
کہ بہت اس نے ستم گر کو پریشاں دیکھا

ایک نالے میں ستم ہائے فلک سے چھوٹے — جس کو دشوار سمجھتے تھے وہ آساں دیکھا
کیا ہووے شام روز جزا ڈھب نجات کا — باقی ہے انتقام ابھی عشرت کی رات کا
کہتے ہیں جان جانتے ہیں بیوفا مجھے — کیا اعتبار ہے انھیں دشمن کی بات کا
اے مرگ آکہ میری بھی رہ جائے آبرو — رکھا ہے اس نے سوگ عدو کی وفات کا
اس سے میں شکوے کی جا شکر ستم کر آیا — کیا کروں تھا مرے دل میں سو زباں پر آیا
قبر سے اٹھ کے یہی دھیان مکرر آیا — وہ تو آئے نہیں ہیں آپ بھی کیوں کر آیا

اے اجل نیم نگہ کی تو مجھے مہلت دے اہل ماتم میں یہ چرچا ہے کہ دلبر آیا
نہ دیا ہائے مجھے لذت آزار نے چین دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا
شوق مردن تو ہے پر جیتے ہی بن آئے گی شیفتہ ضد پہ جو اپنی وہ ستم گر آیا
ہے خراش ناخن غم میں بھی کیا بالیدگی جو ہلال غرہ تھا سو ماہِ کامل ہو گیا
شعلہ رو یار و شعلہ رنگ شراب کام میاں کیا ہے دامنِ تر کا
نقش تسخیر غیر کو اس نے خون لیا تو مرے کبوتر کا
میری ناکامی سے فلک کو حصول کام ہے یہ اسی ستم گر کا
کیا دوں جواب داور روز شمار کا ہے اب تلک خیال اسی غفلت شعار کا
گھبرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے دیکھا اثر یہ نالۂ بے اختیار کا
کب طالع خفتہ نے دیا خواب میں آنے وعدہ بھی کیا وہ کہ وفا ہو نہیں سکتا
ایسے جفائے یار میں پائے مزے کہ بس منکر ہی ہو گیا میں عذاب الیم کا
بسکہ آغاز محبت میں ہوا کام اپنا پوچھتے ہیں ملک الموت سے انجام اپنا
ذکر عشاق سے اتنی ہے جو نفرت اس کو آپ عاشق ہے مگر وہ بت خود کام اپنا
کیوں نہ ہووے تپش دل سے مجھے خواہش مرگ سب کو دنیا میں پسند آئے ہے آرام اپنا
تاب بوسہ کی کسے دیں بھی وہ اب شیفتہ گر کر چکی کام یہاں لذت دشنام اپنا
آپ جو ہنستے رہے شب بزم میں جان کو دشمن کی میں رویا کیا
غیر ہی کو چاہیں گے اب شیفتہ کچھ تو ہے جو یار نے ایسا کیا
یاس سے آنکھ بھی جھپکی تو توقع سے کھلی صبح تک وعدۂ دیدار نے سونے نہ دیا
شب ہجراں نے کہا قصہ گیسوئے دراز شیفتہ تو بھی دل زار نے سونے نہ دیا
کب ہمیں حاجت پرہیز پڑی غم نہ کھایا تھا کہ سم یاد آیا
خوبی بخت کہ پیمان عدو اس کو ہنگام قسم یاد آیا
کس لیے لطف کی باتیں ہیں پھر کیا کوئی اور ستم یاد آیا
پروانہ بنا میرے جلانے کو وفادار محفل میں کوئی شمع بدل جائے تو اچھا

پروانہ وار جلنا دستور ہے ہمارا اس شمع رو پہ مرنا مشہور ہے ہمارا
یہاں سبک حرف ملامت وہاں گراں عرض نیاز سخت جاں ہم کب تھے اور نازنیں کب تھا
پلائے اس برق جہاں سوز پر آنا دل کا سمجھے جو گرمی ہنگامہ جلانا دل کا
ہے ترا سلسلۂ زلف بھی کتنا دل بند پھنسنے سے پہلے بھی مشکل تھا چھڑانا دل کا
دیکھتے ہم بھی کہ آرام سے سوتے کیونکر نہ سنا تم نے کبھی ہائے فسانا دل کا
معجز حسن سے سب جن و بشر ہیں تسخیر میری بلقیس کو دعویٰ ہے سلیمانی کا
کسی بیتاب کو دیکھا کہ ہوا گرم عنان کچھ نیا ڈھب ہے ترے رخش کی جولانی کا
نہ لکھنا تھا غم ناکامیٔ عشق پہ جواب نامۂ بے مدعا کیا
بے پردہ وہ آئے مجھے کس طرح نہ ہووے اے شیفتہ ہنگامۂ محشر کی شکایت
سونگھ گل ہوش آ گیا تھا دیکھ گل پھر غش ہوا یاد آئی مجھ کو اس چاک گریباں کی بہار
کیا کہیں گے گر ستم دیکھے کہ اک بیدید پہ شیفتہ عاشق ہوئے وہ شوق میرا دیکھ کر
میرے آنے سے تم اٹھ جاتے ہو بزم دشمن میں نہ آؤں کیونکر
کیا بن گیا ہوں صورت دیوار دیکھنا صورت کسی کی میں سر دیوار دیکھ کر
کہتا تھا وقت نزع کی ہر اک سے شیفتہ دینا کسی کو دل تو وفا دار دیکھ کر
یہ ناخن و خراش میں بگڑی کہ کیا کہوں اک دم ہوا جو عقدۂ بند قبا سے ربط
صبح شب فراق کیا لطف مرگ نے کیا دیر میں ہوا ہمیں زود آشنا سے ربط
بے رحم نہیں جرم وفا قابل بخشش محروم ہیں کس واسطے تعذیر کے مشتاق
لکھتا ہوں زبس آرزوئے قتل میں نامے ہیں میرے کبوتر بھی ترے تیر کے مشتاق
رہ جائے کیوں نہ ہجر میں جاں آ کے لب تلک ہے آرزوئے بوسہ پہ پیغام اب تلک
کہتے ہیں بیوفا مجھے میں نے جو یہ کہا مرتے رہیں گے تم ہی پہ جیتے ہیں جب تلک
ایسے کریم ہم ہیں کہ دیتے ہیں بے طلب پہنچا دو یہ پیام اجل جاں طلب تلک
یہاں عجز بے ریا ہے نہ وہاں ناز دلفریب شکر بجا رہا گلۂ بے سبب تلک
صبر پروانے کا مجھ پر نہ پڑے ڈرتا ہوں ماہرو شمع کو ہرگز نہ جلانا شب وصل

ہنگام غش جو غیر کو اس نے سنگھائے گل جنت میں لے چلی مری جاں کو ہوائے گل
ازبسکہ دیکھ جلوہ ترا جل گئی بہار شعلے اٹھے زمیں چمن سے بجائے گل
خوش ہوں دکھانے لائے گا اسکو کہ غیر نے بستر پہ میرے کانٹوں کے بدلے بچھائے گل
کب ہوئی خار راہ غیر بھلا کیوں کھٹکتے ہیں چشم یار میں ہم
نعش پر تو خدا کے واسطے آ مر گئے تیرے انتظار میں ہم
افغان چرخ رس کی لپٹ نے جلا دیا نامے کو ڈھونڈتی ہے صبا اور صبا کو ہم
ہیں جاں بلب کسی کی اشارت کی دیر ہے دیکھے ہے اس نگہ کو قضا اور قضا کو ہم
میں زندہ اور غیر پہ بیداد جلد آ اے مرگ داد چاہیں گے چلکر خدا سے ہم
کیا جانتے تھے صبح د محشر قد آئے گا شام شب فراق نہ مرتے بلا سے ہم
اے جوش رشک قرب عدو اتنے مٹ اٹھا بیٹھے ہیں دیکھ بزم میں کس التجا سے ہم
کم التفاتیوں کا ہے وہم اہل بزم کو شرمندہ ہو گئے تری شرم و حیا سے ہم
آنکھوں سے یوں اشارۂ دشمن نہ دیکھتے ہوتے نہ اس قدر جو نگہبانیوں میں ہم
تزئین میری گور کی لازم ہے خوب سے تقریب سیر ہی سے وہ شاید گزر کریں
طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں
دشمن نواز یار و فلک بوالہوس پرست کس سے جفائے غیر کا یارب گلا کروں
میں جل گیا وہ غیر کے گھر جو چلا گیا شعلہ سے استعارۂ آواز پا کروں
کب ہاتھ کو خیال جزائے رفو نہیں کب پارہ پارہ پیرہن چارہ جو نہیں
کیا جانے درد زخم کو گو ہو شہید ناز جو نیم کشتۂ خنجر رشک عدو نہیں
کچھ اور بے دلی کے سوا آرزو نہیں اے دل یہ یاد رکھیو کہ ہم ہیں تو تو نہیں
بے اشک لالہ گوں بھی میں بے آبرو نہیں گریہ میں رنگ کیا ہو کہ دل میں لہو نہیں
پھر بھی کہو گے چھیڑنے کی اپنی خو نہیں عطر سہاگ ملتی ہو وہ جس میں بو نہیں
کیا جوش انتظار میں ہر سمت دوڑیئے بدنامیوں سے ہائے گزر ایک سو نہیں
شکر ستم ہی راس نہ آیا ہمیں کہ اب کہتے ہیں وہ کہ لائق الطاف تو نہیں

ہرجائی اپنے وحشی کو کس منہ سے کہتے ہو کیا آپ کا نشان قدم کو بکو نہیں
نیرنگیوں نے تیری یہ حالت تغیر کی امید زندگی کی کبھو ہے کبھو نہیں
کیا ہو سکے کسی سے علاج اپنا شیفتہ اس گل پہ غش ہیں جس میں محبت کی بو نہیں
چراغ وقف محبت نے کر دیا افسوس کہ مجھ کو دوست و دشمن سبھی جلاتے ہیں
تنگ تھی جاگہ دل ناشاد میں آپ کو بھولے ہم اس کی یاد میں
کیونکر اٹھتا ہے خدا رنج قفس مر گئے ہم تو کف صیاد میں
یہاں امید قتل ہی نے خوں کیا رہ گئی حسرت دل جلاد میں
سیلئے کہے سے بگڑ گئے تھے دیوانہ میں جان کر بنا ہوں
گر کہیئے کہ غیر سے نہ ملئے کہتا ہے کہ کیا میں بے وفا ہوں
دشمن کہیں گیا نہ ہو آنکھوں سے شیفتہ اس کی گلی میں آج نشان قدم نہیں
الفت چھپا کے اور بھی شرمندہ میں ہوا اظہار عشق غیر سے وہ منفعل نہیں
جو حال پوچھتا ہے تم اس سے ہی پوچھ لو مجھ کو دماغ قصۂ غم ہائے دل نہیں
جلے کیا کیا نہ عرض سوزش داغ نہانی میں عجب آرام تھا جوں شمع ہم کو بے زبانی میں
عدو سے بات کی اور حرف آیا بے دھیانی میں غرور حسن کم ہوتا ہے الطاف زبانی میں
دعوے میں بوالہوس کو عبث مال و جاہ میں الماس ریزی فرش ہیں یہاں خوابگاہ میں
رقیب پیتے ہیں کس کس مزے سے جام شراب ہمارے دہر میں افسوس احتساب نہیں
موئے پر بھی مجھے کس طرح اضطراب نہ ہو یہ جور ہیں کہ قیامت کے دن حساب نہ ہو
ہے دل کو شکر وفائے عدو سے بے تابی کروں میں کچھ گلہ لطف گر عتاب نہ ہو
ناصحو یوں بھی تو مر جاتے ہیں عشق سے مجھ کو ڈراتے کیوں ہو
بوسۂ لب نہ مانگتا دشمن منہ لگاتا ہے کون سائل کو
دیکھ کر چشم غضب کو اس کی میں نے رو دیا چاہیئے پانی ملا لینا شراب تیز کو
کب ہوئیں گستاخیاں آداب عشق سے دیجیئے تعزیر اپنی تمکین ہوس انگیز کو
کیوں نہ شادی مرگ ہونا کام مجھ سا دیکھ کر زخم کے منہ میں زبان خنجر خوں ریز کو

خط آزادی تھا نامۂ غیر کا اے جوش رشک
پھاڑ ڈالا آپ ہم نے کیسے دست آویز کو

آہ وزاری نارسا شوق اسیری بے اثر
کون لائے آشیانے تک مرے صیاد کو

اک دم شمشیر سے آزار سب جاتی رہے
ہم مسیحا جانتے ہیں شیفتہ جلاد کو

اجل نے کی ہے کس دم مہربانی
کہ جب پہلو میں نا مہرباں ہے

سحران کو ارادہ ہے سفر کا
قیامت آنے میں شب درمیاں ہے

دیت اہل فلک کے درہم داغ
کہ تیر نالہ اپنا خوں چکاں ہے

انصاف اے خدائے دو عالم کہاں تلک
وصل صنم عدو کو ہو رشک عدو مجھے

تشبیہہ تیری زلف سے دی ہو نہ غیر نے
سنبل سے عطر فتنہ کی آتی ہو بو مجھے

تاب وصل اس سمن اندام کو کہاں
بس بس نہ چھیڑ اے خلش آرزو مجھے

جاتا ہوں کوئے غیر میں صحرا کے بدلے میں
دیوانگی میں بھی ہے تری جستجو مجھے

اگلے رشک ان کو یاد آنے لگے
ہم جو غیروں کے گھر میں جانے لگے

پھر محرک ستم شعاری ہے
پھر انھیں جستجو ہماری ہے

پھر وہی بے قراری تسکیں
وہی تسکین بے قراری ہے

کہے ہے مجھ سے کہ اس جور پر تو چھوڑ اسے
ستم تو دیکھو کہ طعن عدو وفا پر ہے

خیال تھے اثر جذب دل سے کیا کیا آج
ہزار خوں ہوس گردن حنا پر ہے

کہاں تلک ستم یار کا فلک سے گلہ
تو آپ شیفتہ اے شیفتہ جفا پر ہے

غیر بھی کیوں تم سے نباہیں گے گر
جرم و وفا قابل تعزیر ہے

کرتا ہوں میں تعریف زبس اسکے دہن کی
لیتے ہیں میرے لب مری تقریر کے بوسے

جس لب کے بوسے غیر لے اس لب سے شیفتہ
کم بخت گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے

شکر ستم نے اور بھی مایوس کر دیا
اس بات کا وہ غیر سے شکوہ کیا کرے

آؤ مل جائیں لڑائی ہو چکی
ایک دم صبر آزمائی ہو چکی

کیا ارادہ اگر سیر باغ کا تو نے
قیامت آئے گی ابر بہار کے بدلے

دیکھ تغیر مرے رنگ کو شوخی سے کہا
تجھ سے ڈرتا ہوں کہ تو دم میں بدل جاتا ہے

بھیج کر کس کو بلاؤں شب غم میں کہ کوئی
لاکھ خاطر ہو پہ کب سوئے اجل جاتا ہے

بزم دنیا میں ہے دو شخص کو کب عیش نصیب
سو تجھی کو ہے مجھ کو تو یہ غم بھی بس ہے

دولت وصل سے کیا کام ہوس ناکوں کو
ناز خسرو کے لیے خیل وحشم بھی بس ہے

خود چاک کروں جامۂ اعدا کہ نہیں چاک
جی میں ہے کہ لوں دھجیاں رباب ہوس کی

اے عدو کس لیے نازاں ہے سمجھ تو آخر
جس سے ہم خوار ہوئے ہیں یہ وہی عزت ہے

لے چلیں تھوڑا نمک بھی دشت میں
آبلے پھوٹیں گے آخر خار سے

کھول جلد اے شیفتہ آغوش شوق
یہ صدا آئی لب سوفار سے

اس نے خوش کرنے کو پڑھوایا عدو سے خط مرا
بسکہ تھا آگاہ حرف شکوہ کی تحریر سے

ننگ مہمانی دشمن بھی کیا ہم نے قبول
شیفتہ لیکن نہ آئے وہ کسی تدبیر سے

ناصح تری زبان ترے بس میں نہ ہو تو پھر
انصاف کر کے دل پہ مرا زور کیا چلے

کیا شوق جستجو ہے کہ گر پاؤں ٹوٹ جائیں
تیری گلی کی سمت مرا نقش پا چلے

یہ غم اگر نہیں کہ نہ آیا وہ بے وفا
روتے مرے جنازے پہ کیوں اقربا چلے

تھی کب سے مرگ و حسرت دیدار میں نزاع
وہ ایک دم میں آن کے جھگڑا مٹا چلے

اے جان لب پہ آ کے ٹھہرنے سے فائدہ
رہنا ہوا تو رہ گئے چلنا ہوا چلے

تذکرہ صلح غیر کا نہ کرو
بات اچھی نہیں لڑائی کی

تم کو اندیشۂ گرفتاری
یہاں توقع نہیں رہائی کی

ایک دن تیرے گھر میں آنا ہے
بخت و طالع نے گر رسائی کی

ایسی رغبت سے کیے قتل گماں کاہے کو تھا
شیفتہ اس کو تو تو تم سے محبت نکلی

حرف الصاد المہملہ

صاحب

صاحب تخلص اور نام مظفر الدولہ ممتاز الملک نواب ظفر یاب خاں بہادر